

قُلْ رَحْمَةُ الْفَضْلِ بِإِذْنِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
 میں کی نصرت کے لئے اگے آسماں پر شور ہے | عسی آت یجبتک ربک مقلماً محموداً | اب گیا وقت خزاں سے میں لہلہ لائیکے دن

بیت بہر حال پیشی چھ روپے کا

فہرست مضامین
 اجاب سے گذارش ص ۱
 فہرست نو بیاقین ص ۲
 زندہ مذہب
 تمام مذاہب کے قائم مقاموں کو چیلنج

دنیا میں ایک نئی آیا پر دنیائے اسکو قبول کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور کو رعلوں سے اس کی سچائی ظاہر کروے گا اور امام حضرت شیخ موعود (جہنہ مالک فیہ) سات روپے

الفرض

مظلوم ہفت روزہ شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ (الہام سے موعود)

جلد ۲۳ - اکتوبر ۱۹۱۴ء - شنبہ مطابق ۶ محرم ۱۳۳۶ھ - ۱۳۳۶ ہجری - نمبر ۳۳

اجاب سے گذارش

اس پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی وہ زیبردست تقریر درج ہے۔ جو حضور نے ۳۰- ستمبر ۱۹۱۴ء کو جماعت احمدیہ شملہ کے سالانہ جلسہ پر بمقام مسیحاک ہال اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے متعلق فرمائی تھی۔ اور میں میں تمام مذاہب کے قائم مقاموں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے۔ تو اسے اور اگر ہم کو مقابلہ کرنے میں تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے۔ اور اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے اور ایسے حالات میں قبول کرتا ہے جبکہ ظاہری سامان بالکل مخالف ہوتے ہیں اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو اسے اور آزمانے چو کہ یہ تقریر اس قابل ہے کہ غیر مذاہب کے لوگوں میں کثرت و تقسیم کی جائے۔ اس لئے اس پرچہ کو ہم نے تعداد سے زیادہ چھاپا گیا ہے۔ اجاب جس قدر پرچے خرید کر تقسیم کرنا چاہیں مندرجہ ذیل حساب سے دفتر سے منگوائیں۔

۱۰۰ عدد - ۵۰ عدد - ۲۵ عدد - ایک پرچہ

خاکسار ایڈیٹر افضل - ۶ - نومبر ۱۹۱۴ء

فہرست نویسندگان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء

یہ فہرست شمارہ جنوری ۱۹۱۴ء سے شروع ہوتا ہے مگر اسے بالکل مکمل نہ سمجھنا چاہئے۔ محض ایسے لوگ جو قادیان آکر سمیت کرتے ہیں۔ ان کے نام محفوظ رکھنے کی اس وقت تک کوئی ضمانت نہیں کی گئی۔ پھر بعض ڈاک کے ذریعہ سمیت کرنے والوں کے نام بھی مستم ڈاک کی فہرست سے کسی نہ کسی باعث سے رہ جائیں ہیں۔ دفتر الفضل کو جس قدر نام میا ہو سکتے ہیں ان کو شائع کروایا جاتا ہے۔

اور انھیں کا یہ فہرست شمارہ ہے۔ (ایڈیٹر)

| | |
|------|--|
| ۱۰۹۶ | بابو محمد الدین صاحب .. مظفرنگر |
| ۱۰۹۷ | چارگل خان صاحب .. بیٹی |
| ۱۰۹۸ | الیہ افغان احمد صاحب بھاگلپور |
| ۱۰۹۹ | میں الدین خان صاحب .. فرخ آباد |
| ۱۱۰۰ | محمد یوسف صاحب .. بیٹی |
| ۱۱۰۱ | سید محمود صاحب .. |
| ۱۱۰۲ | الیہ عبدالکریم صاحب .. یادگیر |
| ۱۱۰۳ | سرمست خان .. |
| ۱۱۰۴ | میاں سمندو صاحب .. گورداسپور |
| ۱۱۰۵ | المسہ .. |
| ۱۱۰۶ | نواب علی صاحب الیہ ثانی منشی فضل علی صاحب شملہ |
| ۱۱۰۷ | ذبیہ بیگم صاحبہ پیر شیخ ملکن صاحب .. |
| ۱۱۰۸ | الیہ سید بہاؤ علی شاہ صاحب .. لاہور |
| ۱۱۰۹ | والد رحیم بخش .. گورداسپور |
| ۱۱۱۰ | میاں بھاگ .. لاہور |
| ۱۱۱۱ | صفدر حسین صاحب .. بیٹی |
| ۱۱۱۲ | محمد رحمانی صاحب کراچی |
| ۱۱۱۳ | چودھری شیر احمد صاحب .. سرگودھا |
| ۱۱۱۴ | چودھری بنی احمد صاحب .. |
| ۱۱۱۵ | سید مولوی غلام محی الدین صاحب گجرات |

| | |
|------|-------------------------------------|
| ۱۱۱۶ | عبدالغفار صاحب .. بھاگلپور |
| ۱۱۱۷ | میرزا بخش صاحب .. گجرات |
| ۱۱۱۸ | کریم صاحب .. |
| ۱۱۱۹ | کریم بخش صاحب .. ہوشیارپور |
| ۱۱۲۰ | اناست خان صاحب .. |
| ۱۱۲۱ | دلالتی صاحب .. |
| ۱۱۲۲ | جلال الدین صاحب .. لاہور |
| ۱۱۲۳ | رحمت صاحب .. پیالہ |
| ۱۱۲۴ | نیکو صاحب .. |
| ۱۱۲۵ | الیہ عبدالغنی صاحب کلرک گورداسپور |
| ۱۱۲۶ | عبدالکریم صاحب .. ہوشیارپور |
| ۱۱۲۷ | الیہ حافظ فقیر محمد صاحب .. |
| ۱۱۲۸ | الیہ بابو نذر محمد صاحب پیالہ |
| ۱۱۲۹ | بشیر حسین صاحب .. لاہور |
| ۱۱۳۰ | عبدالملیم .. گیا |
| ۱۱۳۱ | مہر غلام رسول خان صاحب سکھر |
| ۱۱۳۲ | بڑہ خان صاحب .. |
| ۱۱۳۳ | اللہ رکھا صاحب .. پیالہ |
| ۱۱۳۴ | اللہ دی صاحب .. |
| ۱۱۳۵ | اللہ بخش صاحب .. ناچہ |
| ۱۱۳۶ | غلام محمد صاحب .. لاہور |
| ۱۱۳۷ | والدہ غلام محمد صاحب .. |
| ۱۱۳۸ | نور احمد صاحب .. سیالکوٹ |
| ۱۱۳۹ | خیر الدین صاحب .. لاہور |
| ۱۱۴۰ | والدہ عمر الدین صاحب .. سیالکوٹ |
| ۱۱۴۱ | علی محمد صاحب .. |
| ۱۱۴۲ | عبدالکریم صاحب .. |
| ۱۱۴۳ | سماۃ رمضان بی بی .. |
| ۱۱۴۴ | جان عالم بیگ صاحب .. کوٹہ |
| ۱۱۴۵ | علی محمد صاحب .. سیالکوٹ |
| ۱۱۴۶ | حکیم مراد علی صاحب .. سندھ |
| ۱۱۴۷ | الیہ حافظ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹ |
| ۱۱۴۸ | گاجی خان صاحب .. بانڈھر |
| ۱۱۴۹ | مولوی سراج الدین صاحب .. فیروزپور |

| | |
|------|---|
| ۱۱۵۰ | الیہ صاحبہ مولوی سراج الدین صاحب فیروزپور |
| ۱۱۵۱ | منشی شیر محمد صاحب .. لاہور |
| ۱۱۵۲ | محمد حسین خان صاحب .. |
| ۱۱۵۳ | شاہ محمد صاحب .. لاہور |
| ۱۱۵۴ | والدہ صاحبہ .. |
| ۱۱۵۵ | سماۃ جمال بی بی .. لاہور |
| ۱۱۵۶ | حیدر بی بی .. |
| ۱۱۵۷ | چراغ بی بی .. |
| ۱۱۵۸ | عبدالرحمن صاحب .. حیدرآباد |
| ۱۱۶۰ | بھولا صاحب .. سیالکوٹ |
| ۱۱۶۱ | سید محمد حسین صاحب .. بانڈھر |
| ۱۱۶۲ | مولانا بخش صاحب .. ڈھاکہ |
| ۱۱۶۳ | عبدالغنی صاحب .. ٹنک |
| ۱۱۶۴ | عبدالوہاب صاحب .. ڈھاکہ |
| ۱۱۶۵ | سماۃ وزیر النساء خانم .. |
| ۱۱۶۶ | بابو صاحب .. امرتسر |
| ۱۱۶۷ | عبدالحکیم صاحب .. انبالہ |
| ۱۱۶۸ | منشی سجان علی صاحب .. پورٹ لینر |
| ۱۱۶۹ | مولوی نصر اللہ خان صاحب .. اجپیانوالہ |
| ۱۱۷۰ | میاں غلام محمد صاحب .. |
| ۱۱۷۱ | شہاب الدین صاحب .. بھوپال |
| ۱۱۷۲ | قاضی غلام حیدر صاحب .. امرتسر |
| ۱۱۷۳ | محمد سیر صاحب .. |
| ۱۱۷۴ | مہر دین صاحب .. گورداسپور |
| ۱۱۷۵ | ماسٹر رشید احمد صاحب .. منصورہ |
| ۱۱۷۶ | سیر خان صاحب .. مراد آباد |
| ۱۱۷۷ | میاں بوٹا صاحب .. سیالکوٹ |
| ۱۱۷۸ | حبیب اللہ صاحب .. فیروزپور |
| ۱۱۷۹ | عبدالرزاق صاحب .. بھاگلپور |
| ۱۱۸۰ | محمد جلال الدین صاحب .. |
| ۱۱۸۱ | محمد سلیمان صاحب .. لڑھیانہ |
| ۱۱۸۲ | شیخ انوار حسین صاحب .. بلند شہر |
| ۱۱۸۳ | الیہ صاحبہ عبدالصمد صاحب .. میرٹھ |
| ۱۱۸۴ | دختر عبدالحمید صاحب .. |

۱۱۵۹
۱۱۶۰
۱۱۶۱
۱۱۶۲
۱۱۶۳
۱۱۶۴
۱۱۶۵
۱۱۶۶
۱۱۶۷
۱۱۶۸
۱۱۶۹
۱۱۷۰
۱۱۷۱
۱۱۷۲
۱۱۷۳
۱۱۷۴
۱۱۷۵
۱۱۷۶
۱۱۷۷
۱۱۷۸
۱۱۷۹
۱۱۸۰
۱۱۸۱
۱۱۸۲
۱۱۸۳
۱۱۸۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَزَّلْنَاهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

الفضل

قاریان دارالامان ۳۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء

زندہ مذہب

تمام مذاہب کے قائم مقاموں کو صلح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی وہ تقریر جو حضور نے ۳۰ ستمبر ۱۹۱۴ء جماعت احمدیہ شملہ کے سالانہ جلسہ پر مقام میاں اک پال فرمائی۔ اور جس کو ایڈیٹر الفضل نے قلمبند کیا

یا ایھا الناس قد جاءكم موعظة من ربكم وشفاء لما فی الصدور وهدى ورحمة للجموعین (یونس - رکوع ۶۷)

خدا کے متعلق کلام کرنے کا طریق

مخاطب ہونا چاہئے۔ اگر کوئی خدا ہے۔ اور خدا کے ہونے کے بعد کسی مذہب کی ضرورت ہے۔ اور وہ لوگ عقل و سمجھ رکھتے ہیں۔ ان کو اس بات کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ خدا ہے اور ضرور ہے۔ تو پھر اس بات کے ماننے میں بھی کسی کو غدر نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ عیسائی یا موسائی مسیحی یا آریہ۔ مسلمان ہو یا سکھ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کلام ہونا چاہئے اس میں سنجیدگی و خوف و ادب کو خاص طور پر نظر رکھنا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ سمری سے معمولی انسانوں کے سامنے جو رجب میں ان سے کسی قدر ہی بڑے ہوتے ہیں کلام کرتے وقت ادب اور تہذیب کو مد نظر رکھتے ہیں۔ ڈوٹھی کشن ایک ضلع کا امیر ہونا ہے اس کے

پاس جب لوگ جاتے ہیں تو کلام کرنے میں خاص احتیاط اور سنجیدگی پیدا کرتے ہیں۔ اور اس سے بالا انسانوں کے سامنے تو اور بھی متانت سے گفتگو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ گورنمنٹ کے کسی چھوٹے سے چھوٹے امیر کے سامنے ہی بیہودگی برتے اور بے ادبی کو کام میں لائے۔ بلکہ بہت احتیاط کی جاتی ہے اور یہ بات ہم ادنیٰ سے ادنیٰ تو م کے انسان میں بھی دیکھتے ہیں کہ امیر کے سامنے ادب اور تہذیب کی علامات اور آثار ظاہر کرتا ہے۔ پس جب یہ بات ہے تو پھر وہ خدا جو بارشاہوں کا بارشاہ اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے انسان کا خالق اور رازق ہے اور جس سے نہ صرف اسی دنیا میں تعلق ضروری ہے۔ بلکہ مرنے کے بعد بھی اس پر بنا ہے۔ اس کے متعلق کلام ہو۔ اور اس میں سنجیدگی و متانت نہ ہو۔ ہنسی اور محول سے بات کی جائے۔ کیسے غضب کی بات ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقین ہو۔ اور پھر وہ ایسا کرے۔ ہرگز نہیں مگر بہت لوگ ہیں جو چھوٹے چھوٹے امیروں کا تو بڑا ادب کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے معاملہ میں ادب کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ بحثیں ہوتی ہیں۔ مباحثے کئے جاتے ہیں مگر ان سے یہ مد نظر نہیں ہوتا کہ تحقیق حق کی جائے۔ حقیقت کو حاصل کیا جائے۔ بلکہ بعض وقت

گذرنا اور خوش طبعی اور مذاق کا سامان مہیا کرنا ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت لوگ ان کے بحث مباحثہ کو سنتے ہیں۔ مگر کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کے کان میں تو آواز چرتی ہے۔ مگر دل میں داخل نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ طریق نہایت لغو اور بیہودہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے متعلق جو گفتگو ہو وہ ایسی ہونی چاہئے کہ جس میں حق کا حاصل کرنا مد نظر ہو۔ اور باطل کو ترک کرنے کا ارادہ ہو۔ اور بے شرمی سے بڑھ کر یہ کہ خدا کا خوف پایا جانا ہو۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انما الموصون الذین اذا ذکر اللہ وجعلت قلوبہم رافقا رکوع ۱۱۱ سوئے ان کے اور کوئی خدا کو ماننے والا نہیں کہ جن کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف سے بھر جائیں۔ روٹنے لگے ہو جائیں اور دل ڈر جائیں کہ ہمارے سامنے

ایک ایسے عظیم الشان شہنشاہ کا ذکر آیا ہے جس کے متعلق ذرا سی بے احتیاطی کرنے سے بھی تباہی و بربادی کے کوئیں میں گر جائیں گے۔ واقعہ میں خدا کے ذکر کے وقت انسان کے دل میں ایسا ہی خوف اور ڈر پیدا ہوتا ہے۔ دیکھئے ایک انسان شیر یا سانپ سے نہیں کھیلتا۔ کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ مارا جاؤنگا۔ اسی طرح ایک امیر سے مانت کبھی بے احتیاطی اور بد تہذیبی نہیں کرنا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نقصان اٹھاؤنگا۔ اسی طرح اگر خدا کی ہستی کا پورا پورا یقین ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے ذکر سے انسان کے دل میں ڈر پیدا ہو۔

پس میں ان لوگوں کو جو یہاں موجود ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایسا انسان جو خدا کے متعلق کچھ سنا کر لے کر کھڑا ہو اس کی نسبت صرف یہ دیکھنا کہ کیسا بول سکتا ہے یا ایک عجوبے کی طرح اس کا لیکچر سننا ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے اپنے دل میں خوف خدا پیدا کر کے سننا اور صداقت کو قبول کرنے کی کوشش کرنا چاہئے

زندہ اور مردہ مذہب کی تعریف

اس کے بعد میں ۹ صحنوں بیان کرتا ہوں میرا مضمون ہے "زندہ مذہب" اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں ہے۔ کہ زندگیوں مختلف ہوتی ہیں ایک انسان کی زندگی ہوتی ہے۔ ایک دینت کی زندگی انسان کی زندگی کو دینت کی زندگی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اور دینت کی زندگی کو انسان کی زندگی کی طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔ اسی طرح زندہ مذہب سے یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ وہ انسان کی طرح چلتا پھرتا بولتا چلتا کھاتا پیتا ہے۔ بلکہ جس طرح ہر چیز کی زندگی کا الگ مفہوم ہوتا ہے اسی طرح مذہب کی زندگی بھی ایک خاص مفہوم رکھتی ہے۔

ہماری زبان میں یہ محاورہ ہے کہ کوئی چیز جس غرض کے لئے بنائی گئی ہو جب تک اسے پورا کوہ نہ آسوقت تک وہ زندہ کہی جاتی ہے۔ اور جب نہ کرے اس وقت مردہ۔ اس لئے کوئی مذہب جب تک اپنی غرض اور مقاصد کو پورا کرتا ہے اس وقت تک زندہ کہا جاسکتا ہے۔ اور جب نہ کرے مردہ۔ لیکن کسی مذہب کے متعلق زندہ اور

مردہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ دیکھیں کہ مذہب کی غرض کیا ہے۔ اسے کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔ پس اگر جس غرض کے لئے کسی مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے وہ پوری ہو جائے تو وہ مذہب زندہ ہے اور اگر نہ پوری ہو تو مردہ۔

مذہب کی غرض

کیونکہ اس میں مذہب کے معنی طریق اور راستہ کے ہیں۔ اور جس طرح دنیاوی رستے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لئے ہوتے ہیں اسی طرح وہ راستہ جو گمراہی اور بے دینی نکال کر خدا تعالیٰ تک پہنچا دے اس کو مذہب کہتے ہیں۔ تو مذہب کے معنی راستہ کے ہیں۔ اور اس کو اختیار کرنے کی غرض یہ ہے کہ انسان کو ظلمتوں، تاریکیوں، بدکاریوں اور گناہوں سے نکال کر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر دے اس کی رضا مندی حاصل ہو جائے۔ بسلی ایک ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے کسی مذہب کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنے اوپر کئی قسم کی پابندیاں ڈال لے۔ ایک مسلمان ہے اسے پانچ وقت نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ سر دیوں میں ٹھنڈے پانی سے دھونو کیا جاتا ہے۔ وقت خرچ ہوتا ہے۔ رات کو نیند ترک کر کے عبادت کی جاتی ہے۔ اسی طرح

ہندو عیسائی۔ یہودی وغیرہ لوگ عبادت کرتے اور اپنے اوپر مذہبی فیروز عائد کر لیتے ہیں۔ لیکن ہر کسی وجہ اور ضرورت کے بغیر اور بے لگ خاطر خاص پابندیوں کے مقید ہوں۔ اور ہر ایک کام اور ہر ایک چیز جس کو ان کا جی چاہے حاصل کر لیں کسی بھی وجہ سے کہ ہر مذہب کا انسان سمجھتا ہے کہ اگر میں اپنے مذہبی اصولوں پر چلوں گا تو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر نہ چلوں گا تو خدا سے دور ہو جائیگا اور اس کی عنایات سے محروم رہوں گا۔ بہت دفعہ انسان چاہتا ہے کہ ایک چیز ناچائے طور پر حاصل کرے۔ مگر چونکہ جانتا ہے کہ اول تو اس کا میاں وہی دنیا میں اٹھائے گا اور اگرچہ وہاں تو حاضر و سزا دے گا اور اپنے سے دور کر دیا اس وجہ سے وہ باز رہتا ہے۔ اسی طرح اور کئی باتیں ہیں

جن کو انسان صرف اس لئے اختیار نہیں کرتا کہ خدا ناراض ہو جائیگا۔ اور نتیجہً خطرناک نکلیگا۔ تو مذہب کی غرض یہ ہے کہ خدا کی محبت پیدا ہو۔ خدا کی رضا حاصل ہو۔ اور انسان کو تاریکی اور ظلمت سے نکالے۔ اور روشنی کی طرف لے جائے۔ پس مذہب وہی ہو گا جس میں یہ باتیں پائی جائیں۔ اور جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہی مذہب قابل قبول ہوگا۔ کیوں۔ اس لئے کہ مذہب کو انھیں اغراض کے حاصل کرنے کے لئے قبول کیا جاتا ہے۔ رسم اور بناوٹ کے طور پر اختیار نہیں کیا جاتا۔ پس جس فائدہ کے لئے مذہب قبول کیا جاتا ہے جس میں وہ حاصل ہو تو وہی مذہب مذہب ہے۔ اور باقی سب مردہ۔ اور اسی غرض اور فائدہ کو مد نظر رکھ کر وہ مذہب قبول کرنا چاہئے۔ جب وہ حاصل ہو جائے تو اس کے علاوہ اور کسی مذہب کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

غرض کا پورا ہونا

انسان کا فائدہ ہے کہ جس غرض کے لئے کوئی چیز حاصل کرے وہ اگر اس سے پوری ہو جائے تو پھر دوسری کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ مثلاً ایک انسان کو سردی سے بچنے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ وہ کپڑا خریدنے کے لئے جب بازار جائیگا۔ تو سب سے پہلے یہ دیکھیگا کہ کس کپڑے سے میری غرض پوری ہو سکتی ہے۔ اور جو کپڑا سردی سے بچانے والا ہو گا اسے خرید لیگا۔ یہ نہیں کرے گا۔ کہ ایک نہایت خوبصورت ریشمی کپڑے کو۔ جو کہ بہت ہی باریک ہو سردی سے بچانے کی غرض سے خرید لے۔ ہاں یہ ہوگا۔ کہ اگر اسے ایسا کپڑا جو خوبصورت بھی ہو۔ اور سردی سے بھی بچائے۔ تو وہ اسے اس کپڑے پر جو صرف سردی بچائے۔ اور ضرورت نہ تو توجہ دے گا۔ تو نہ بیگے قبول کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ دیکھا جائے کہ کونسا مذہب مذہب کی اصل غرض پوری کرتا ہے۔ اور جو پوری کرے اسے اختیار کیا جائیگا۔ ہاں اگر دو تین مذہب اس غرض کو پوری کریں تو پھر دیکھیں گے کہ اور باتیں کس مذہب میں دوسرے مذہب سے

اچھی اور عمدہ ہیں۔ لیکن اگر ایک ہی ایسا مذہب ہو جو اصل غرض کو پوری کرے تو پھر سوائے اس کے چارہ نہیں ہوگا کہ اسی کو اختیار کیا جائے اور باقیوں کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ عقلمند اور نامت انسان کا کام نہ تو مذہب اختیار کرنا ہے۔ نہ کہ مردہ کو۔ اور ایک ایسا انسان جو کسی جگہ کا راستہ نہ جانتا ہو اور تھک کر پور ہو گیا ہو اسے کسی ایسی سواہی کی ضرورت ہوگی جو کہ اسے منزل مقصود پر پہنچا دے۔ یہ نہیں ہوگا۔ وہ کوئی مردہ گھوڑا یا گدھا یا اونٹن کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ کہیگا۔ کہ مردہ سواری تو میرے لئے اور زیادہ بوجھ۔ اور تکلیف کا باعث ہوگی۔ نہ کہ آرام دہیگی۔ تو کوئی ایسا مذہب جو مذہب کی اصل غرض کو پورا نہیں کرتا۔ اس کا اختیار کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ تو اور زیادہ گمراہی کا باعث ہوگا۔ اس لئے کسی مذہب کے قبول کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ کچھ حاصل ہے۔ کہ وہ اصل غرض کو پورا کرتا ہے۔ یا نہیں۔ ہر مقصد مذہب کے اختیار کرنے سے خدا تعالیٰ تک پہنچنا۔ اور بدیوں اور گناہوں سے نجات پانا ہے۔ اگر وہ حاصل ہو جائے تو ہم جان دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ اور اگر وہ حاصل نہیں ہوتا تو پھر اس کے اختیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پس کسی مذہب کے قبول کرنے کے لئے یہی نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس کی تعلیم ہمارے کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ تو اب کس میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کس کی تعلیم ایسی ہے جس پر ہم عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

مذہب کی تحقیقات کے وقت کیا کرنا چاہئے

یاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دانا انسان چونکہ لغو اور بیہودہ باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا اس لئے مذہب کی تحقیقات کرنے کے وقت عقلمند انسان کو ان باتوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ جن کا اس کی غرض اور مدعا سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ اصل مقصد اور مدعا کو پیش نظر رکھ کر ان باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو اس سے تعلق رکھتی ہوں۔ اور جن سے وہ حاصل ہو سکتا ہو۔ تو عقلمند انسان کو اپنے مقصد

اور دیکھا کہ وہ کھینا چاہئے۔ مثلاً ایک پیاسا انسان ہو۔ اور وہ کسی سے پوچھنے کبھی بنا یا جلنے کے پانی کہاں سے ملیگا۔ جس سے میں پیاس بجھاؤں گا۔ تو اسے کہا جائے کہ امریکہ کے فلاں ملک میں ایک نہایت ٹھنڈی اور عمدہ پانی کا چشمہ ہے۔ اس سے پانی پینے سے فوراً پیاس دور ہو جاتی ہے۔ اور بڑا سرور حاصل ہوتا ہے۔ تو وہ ان سب باتوں کو بخوار و بیخود سمجھ گیا اور کہیگا کہ مجھے اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں تو یہاں پیاسا مر رہا ہوں اور آپ مجھے امریکہ کے کسی ملک کے چشمہ کا پتہ بتا رہے ہیں۔ مجھے تو یہاں کسی جگہ پانی کا پتہ بتانا چاہئے خواہ وہ کیسا ہی بد مزہ اور گرم کیوں نہ ہو۔ تاکہ میں اپنی پیاس بجھا سکوں۔ ورنہ مجھے ان خیالی باتوں سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ جن کو میں عمل میں نہیں لاسکتا۔ یہی مثال مذہب کی ہے۔ اگر ایک مثلاً شاشی حق کو کسی مذہب کی ایسی تعلیم بتائی جائے جو خواہ بظاہر کسی ہی اعلیٰ اور اچھی کیوں نہ معلوم ہو۔ لیکن وہ اسے اختیار نہ کر سکے۔ یا اس پر عمل کرنا اس کی طاقت میں نہ ہو تو اس کے لئے بے فائدہ اور لاعمل ہوگی۔ اور وہ اس کی طرف کبھی توجہ نہیں کرے گا۔ پس کسی مذہب کے اختیار کرنے کے لئے یہ دیکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ آیا اس میں کوئی ایسی باتیں تو نہیں پائی جاتیں جو ناقابل عمل ہیں۔ اور جن کو عمل میں لانا ناممکن ہے۔ اگر کسی مذہب میں ایسی باتیں پائی جائیں تو اسے بھی زندہ نہیں کہا جائیگا۔ بلکہ مردہ ہی کہا جائیگا۔ کیونکہ وہ ایسی باتیں بتاتا ہے جن پر عمل نہ ہو سکے گی وجہ سے مذہب کی اصل غرض پوری نہیں ہو سکتی۔

مسیحی مذہب کی تعلیم کی بڑے بڑے

دیکھتے ہیں کہ ان کی کیا تعلیم ہے۔ اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو فہم۔ ورنہ وہ اس قابل نہیں کہ کوئی دانا انسان انھیں قبول کرے۔ اس بات کے لئے پہلے ہم مسیحی مذہب کر لیتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی تعلیم پیش کرتا ہے کہ جس پر ہم عمل نہیں کر سکتے۔

گو بظاہر وہ بات بہت خوبصورت معلوم دیتی ہے۔ مگر کس کام کی۔ جبکہ اس کے ذریعہ ہماری غرض پوری نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ انجیل میں حضرت یسوع کی طرف منسوب کر کے لکھا ہوا ہے۔ مگر:-

”شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے دہے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر ناش کرے تیرا کرتا لینا چاہے تو جو غصہ بھی اسے لے لینے دے۔ اور جو تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔“ (متی باب ۵)

یہ تعلیم بظاہر برہمنی عمدہ اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ اور جب ایک شخص شیخ پر کھڑا ہو کر اس کی تفصیل بیان کرتا ہوگا تو قطع نظر اس کے کہ اس پر عمل کیا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سامعین اس پر عیش عیش کرتے ہونگے۔ اور بہت ہی اچھی تعلیم کہتے ہونگے۔ لیکن کیا کوئی ہے جو اس پر عمل کر کے دکھا بھی سکے۔ جس زمانہ میں یہ تعلیم دی گئی تھی اس وقت بیشک مفید ہوگی۔ مگر آج تو اس پر عمل کوئی قوم زندہ ہی نہیں رہ سکتی۔ کوئی انسان اپنے مال و دولت عزت و آبرو کو نہیں بچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی لوگ بھی اس تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ اسی تعلیم پر عمل کرتے ہیں جو انتقام لینے کو دیکھتی ہے چنانچہ میں نے سحر کے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک پادری بازار میں کھڑا بیچ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سمت ہتک کر ہاتھاک ایک مسلمان نے آٹھ کراہی سحر پڑھ کر پتھر مارا۔ پادری آگے سے مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے کہا آپ یہ کیا کرنے لگے ہیں۔ دوسری گال بھی آگے کیجئے۔ تا تمھاری تعلیم پر پورا عمل کروں۔ اور اس پر بھی پتھر ماروں۔ پادری صاحب نے کہا کہ اس وقت میں تمھاری ہی تعلیم پر عمل کر لوں گا۔ اپنی پر نہیں کر دوں گا۔

تو گو عیسائیت کی یہ تعلیم اچھی نظر آئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا ہمیں فائدہ کیا۔ تعلیم تو وہ ہوتی چاہئے جو کوئی فائدہ بھی پہنچا سکے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ ایک

گاڑی نہایت خوبصورت اور عمدہ بنی ہوئی ہو۔ مگر اتنی اونچی ہو کہ کوئی انسان اس پر چڑھ نہ سکے۔ جس طرح وہ گاڑی کسی کام کی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ تعلیم بھی بیفائدہ ہے۔ کیا اس سے ہماری روحانیت کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یا کیا اس سے ہمارا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو سکتا ہے۔ یا کیا اس سے ہم گناہوں اور پدیوں کو بچ سکتے ہیں۔ یا کیا اس سے ہم ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکل سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو اس کا فائدہ کیا۔ اور فائدہ ہو کس طرح جبکہ دنیا اس پر عمل ہی نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اب موجودہ جنگ کے دوران میں ہی یورپ میں لوگوں نے مضمون لکھے ہیں کہ ہمیں بتایا جائے کہ انجیل کی اس تعلیم پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے۔ کیا جرمنی نے جب بلجیم پر حملہ کیا تھا تو اسے فرانس بھی دیدیا جاتا۔ اگر نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اس تعلیم پر عمل ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کیا جائے تو ساری دنیا تباہ و برباد ہو جائے۔

ایک اور مذہب کی ناقابل عمل تعلیم

پس جس طرح انجیل کی تعلیم بظاہر نظر تو عمدہ نظر آتی ہے۔ مگر اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہمارے مقابلہ میں ایک اور مذہب ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا میں ہی ایک زندہ مذہب ہوں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں بھی ایسی تعلیم پائی جاتی ہے جس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اس میں مردہ جلانے کا جو طریق بتایا گیا ہے اسی پر عمل نہیں ہو سکتا۔ وہ کتا ہے کہ جس قدر مردہ کا وزن ہو اسی قدر مقدار میں گھی اس کے ساتھ جلانا چاہئے۔ یعنی اگر کوئی ڈھائی تین من کا مردہ ہو تو اتنا ہی گھی اس کے اوپر ڈال کر جلازا چاہئے۔ اس کے علاوہ صندوق اور دیگر کسی ایک قیمتی چیزوں کو ساتھ جلانے کا حکم ہے۔ مگر ہر ایک انسان اس پر کہاں عمل کر سکتا ہے۔ غریبوں اور مفلسوں کے لئے تو اس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اور جو نہیں سکتا کہ وہ اپنے مردہ کو اس طریق سے جلا سکیں۔ حالانکہ بتایا جاتا ہے کہ یہ وہی حکم ہے جس پر عمل کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ مگر دنیا میں تو غریب بھی بستے ہیں۔ اور امیر بھی۔ بلکہ غریبوں کی تعداد

زیادہ ہے۔ لیکن غریب تو اس پر عمل نہیں کر سکتے پھر کیا مذہب صرف امیروں کے لئے ہے۔ اگر صرف امیروں کے لئے ہے تو بیمار سے غریب کہاں جائیگا لیکن زندہ مذہب تو ایسا ہونا چاہئے کہ جس پر سب امیروں و غریب یکساں طور پر عمل کر سکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مذہب والوں کا کثیر حصہ اسپر عمل نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ بھی قابل قبول نہیں ہے۔

اسی طرح اس مذہب میں ہوں کے جو عبارت قرار دی گئی ہے ایسے طریق بتائے گئے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو چار پانچ آئے مشکل روزانہ کھاتا ہے وہ ان پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو پھر اس کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں رہے گا۔ تو کسی مذہب کے وہی احکام قابل قبول ہو سکتے ہیں جن پر عمل کیا جاسکے۔ ورنہ یوں وہ خواہ کیسے ہی اچھے اور بھلے معلوم دیں۔ کسی کام کے نہیں ہیں۔ یہ تو ہم مان لیں گے۔ کہ تمہارا سے یہ نافرمانی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی اقرار کر لیں گے۔ کہ ہوم سے براصاف ہوتی ہے۔ بارل آتے ہیں۔ اور یہ بھی ہم یقین کر لیں گے۔ کہ کثیر میں جو بارشیں ہوتی ہیں۔ وہ اسی کا نثر ہی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جو وہاں جلائی جاتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس پر اس مذہب کے کتنے لوگ ہیں۔ جو عمل کرتے ہیں۔ یا کر سکتے ہیں۔ اگر وہ عمل ہی نہیں کر سکتے۔ تو خواہ بظاہر وہ تعلیم کسی ہی خوشناما نظر آئے اور اس کے کیسے ہی فوائد بتائے جائیں ہمارے اس کا کیا فائدہ ہے اس تو اس مذہب کی ضرورت ہے جو ہمارے کام آئے۔ اور ہم اس کی تعلیم پر عمل کر کے فائدہ حاصل کر سکیں۔ اگر یہ نہیں۔ تو ایسا مذہب اس شگنہ کی طرح ہے۔ جو ایک ادبھی جگہ دکھا دیا جائے۔ اور بچہ کو کھا جائے۔ کہ اس کو پکڑو۔ وہ بیمار اس کو کہاں پکڑ سکیگا۔ اور جب پکڑ نہیں سکیگا تو اس کے لئے وہ فضول ہے۔ پس ایک ایسا مذہب جس کے احکام ہمیں نہیں کر سکتے۔ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ممکن نہیں۔ کہ خدا اپنے بندوں کو ایسی تعلیم دے جس پر وہ عمل نہ کر سکیں۔ اور جو ان کی طاقت اور ہمت سے بڑھ کر ہو۔

دیکھتے ایک انجینئر مکان تعمیر کرتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ اس کی دیواریں کتنی مضبوط اور کس قدر بوجھ سہاڑ سکتی ہیں۔ اس لئے وہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ کہ اتنے وزنی گڑوان پر رکھ دے۔ جن کا بوجھ نہ سہاڑ سکیں۔ اور گر پڑیں۔ پس جب ایک انجینئر ایسا نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ جو انسان کی طاقت اور ہمت کو خوب جانتا ہے۔ وہ کہاں ایسا کر سکتا ہے کہ اسپر اس قدر بوجھ رکھ دے۔ جسے وہ اٹھا ہی نہ سکے۔ اور بکر رہ جائے۔ مگر یہ مذہب بتاتے ہیں۔ کہ ان میں ایسی تعلیم پائی جاتی ہے۔ جس پر دنیا کا کثیر حصہ عمل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے لئے عمل کرنا ناممکن ہے۔ پس یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ مذہب خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ اور جب خدا کی طرف سے نہیں ہیں تو زندہ مذہب بھی نہیں کھلا سکتے۔ بلکہ مردہ ہیں۔ اور مردہ کو گلے ڈالنا کسی عقلمند انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔

ایک اور طریق سے زندہ اور مردہ مذہب کی پہچان

مقابلہ میں زندہ مذہب ہونیکا دعویٰ ہے کہ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں۔ اب ان کے مردہ ثابت کرنے کا ایک دوسرا طریق ہے اور وہ یہ کہ ایک مذہب جو بجائے خدا تعالیٰ کے تعلق پیدا کرنے اور اس سے قریب کرنے کے اس سے دور کر دے۔ وہ بھی زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق بھی جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے سوا باقی سب مذہب بعض ایسی تعلیم رکھتے ہیں۔ کہ جن پر عمل کرنے کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ مطلقاً عیسائیت میں بتلایا گیا ہے۔ کہ خدا کسی پر رحم نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کسی کے گناہ معاف کر سکتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی آہ و زاری کرے۔ اور آئندہ گناہوں سے بچے گا پورا پورا یقین دلائے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے پھر یہ بات بنانی پڑی۔ کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو لوگوں کے گناہوں

کے عوض قربان کر دیا اور اس طرح انہیں نجات دی۔ مگر عقیدہ رکھ کر کوئی انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا کیونکہ جب وہ یہ دیکھتا کہ خدا میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ اسے گناہ بخش دے اور وہ مجھ پر باوجود میری سچی توبہ اور عاجزی کے اتنا بھی رحم نہیں کر سکتا۔ کہ میری گزشتہ برائیوں کو ڈھانپ دے۔ بلکہ سزا ہی دے گا۔ تو پھر میرے لئے سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے کہ جو جی چاہے کرتا رہوں۔ اور جہاں پہلے گناہوں کی سزا پاؤں وہاں ان کی بھی پاؤں۔ پھر جب اسے یہ بتایا جائیگا کہ انسان کو نجات دینے کے لئے خدا نے ایک بیگناہ اور معصوم انسان کو قتل کر دیا تو فوراً کہہ دے کہ اس سے اس کے دل پر کیا اثر ہوگا۔ اور خدا کی طرف سے اس کے دل میں کس قدر نفرت پیدا ہو جائیگی۔

پس ایک انگریز گزرا ہے۔ جس نے فری تھنکر مذہب نکالا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ میں ایک دفعہ اپنے باپ کے ساتھ گرجا گیا۔ اور پادری صاحب سے سننا کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ہماری خاطر قربان کر دیا۔ میں بھی چونکہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا مجھے پادری صاحب کی یہ بات سن کر سخت نفرت اور خوف پیدا ہوا۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ اگر ایسا ہی سلوک مجھ سے میرا باپ کرے۔ تو پھر کیا ہو۔ یہ خیال میرے دل میں ایسا بیٹھا۔ کہ میں گرجا سے بجائے گھر جانے کے بجائے کھڑا رہا۔ اور امریکہ چلا آیا۔ واقعہ میں ایسے خدا کو کوئی انسان ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ جو اس قدر مجبور اور اتنا ظالمانہ فعل کرے۔ کیونکہ جب ہم انسان ہو کر دوسروں پر رحم کرتے۔ ان کی غلطیوں کو معاف کرتے۔ ان کو انعام دیتے۔ اپنے قصور واروں کے قصور بخشتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ خدا اپنے گناہگار بندوں کو بخشتے۔ اور اس کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنا پڑے۔

اس جیسا کہ نظارہ کو اپنے سامنے رکھتے ہو ایک انسان ہے وہ اتنا بڑھتا ہے۔ کہ مجھ سے ظالم گناہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس پر اسے پشیمانی ہوئی۔ مگر وہ جانتا ہے۔ کہ خواہ میں کتنا ہی روؤں۔ چیخوں۔ اور خدا کے حضور رات رات رگڑوں۔ خدا اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اور میں

اس کی سزا سے کسی صورت میں بھی نہیں بچ سکتا۔ اس کے دل میں خدا سے کتنی نفرت پیدا ہوگی۔

مگر اسلام کتنا ہے۔ فمن تاب من بعد ظلمه واصلم فان الله يتوب عليه ان الله عفور رحيم وہ - ۳۳ کہ جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتا ہے۔ اور صرف توبہ ہی نہیں کرتا۔ بلکہ اصلاح کے لئے بھی کوشش کرتا ہے۔ اس کے گناہ بخشے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔ یہ ہے وہ تعلیم جو انسان کو اپنی اصلاح کا موقع دیتی۔ اور اسے نیکیاں کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

پھر اسلام کے مقابلہ میں ایک اور مذہب ہے جو اپنے زندہ ہونے کا دعویدار ہے۔ مگر وہ بھی کتنا ہے کہ پریشور کسی انسان کو ہمیشہ کی نجات نہیں دیتا۔ بلکہ ایک مدت کے بعد بلاوجہ جو لوگوں کے چکر میں ڈال دیتا ہے اور اس کی دلیل یہ دیکھتی ہے کہ چونکہ انسان کے اعمال محدود ہوتے ہیں اور محدود اعمال کا بدلہ بھی محدود ہونا چاہئے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ انسان کو محدود اعمال کرنے پر مجبور کس نے کیا ہے۔ اسی نے جس نے اسے مار دیا۔ اور زندہ نہ رہنے دیا۔ اور وہ پریشور ہے۔ اگر وہ انسان کو زندہ رہنے دیتا تو وہ اور عمل کرتا۔ پس جب خدا کے فعل سے انسان کے اعمال محدود رہتے ہیں تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ چونکہ تم نے اعمال محدود کئے ہیں اس لئے نجات بھی محدود وقت کے لئے دیکھتی ہے۔

کیا یہ ظلم نہیں ہے۔ ضرور ظلم ہے۔ کیونکہ انسان کو خود ہی تو مارا جاتا اور عمل کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ مگر پھر اس کی سزا اس پر ڈالی جاتی ہے۔ اور بیچارے کو بلاوجہ جو لوگوں کے چکر میں ڈالنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔

جب ایک عقلمند انسان اس پر غور کرے گا کہ انسان کو بلاوجہ اور بغیر اس کے قصور کے مکتی خانہ سے نکال کر تکالیف اور مصائب میں ڈال دیا جاتا ہے تو وہ کیسے کا عجیب خدا ہے جو خود ہی نہیں نیک اعمال کے کرنے سے مار کر روک دیتا ہے۔ اور پھر خود ہی کتنا ہے کہ چونکہ تم نے محدود اعمال کئے ہیں اس لئے محدود نجات دیکھتی ہو اور اس کے بعد پھر تمہیں جو لوگوں کے چکر میں گردش کرنی ہے۔ کیا اس عقیدہ سے اس کے دل میں نفرت نہیں پیدا

ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ پھر اسی طرح جب وہ یہ خیال کریگا۔ کہ مجھ پر پریشور نے بلا کسی وجہ اور سبب کے قبضہ کر لیا ہے۔ اور اپنے قواعد مجھ پر جاری کر دیئے ہیں۔ تو وہ کیسے کا کہ اس کا کیا حق تھا۔ کہ ایسا کرتا۔ کیونکہ روح اور مادہ خود بخود موجود تھے۔ اور ان کے ملنے سے میں بن گیا ہوں۔ ایسی حالتیں پریشور کا مجھ پر حکومت جتنا صحیح ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ ظالم اسی کو کہتے ہیں جو کمزوروں کو دبا لے۔ اسی طرح پریشور نے کہا ہے۔ روح اور مادہ کمزور تھے۔ اپنا اس نے قبضہ کر کے ہمیں تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ اگر روح اور مادہ کو اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا جاتا۔ تو ہم نہ بنتے۔ اور نہ ان تکالیف اور مشکلات میں پڑتے۔ اور نہ جو لوگوں کے چکر میں گردش کرتے۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

خدا کا قرب حاصل کرنے والا مذہب

کرنا ہمیں کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ ہمارے اندر ایک تڑپ رکھی گئی ہے۔ ہمارے اندر ایک اضطراب پیدا کیا گیا ہے۔ ہمیں ایک درد یا گیا ہے۔ ہم تو اس کا علاج چاہتے ہیں۔ ہمارے اندر خدا سے ملنے کے لئے جوش موجزن ہے۔ محبت بے چین کر رہی ہے۔ اور تڑپ بے آرام کئے دیتی ہے۔ اس لئے ہمیں تو وہ مذہب چاہئے۔ جو خدا سے ملائے۔ اس کا قرب حاصل کرائے۔ اور اس کی خوشنودی کی نعمت عطا کرے۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دنیا ایک ارب سال سے بنی ہے۔ یا اس سے کیا نقصان ہے کہ ہزار سال اس کی ابتدا ہوئی ہے۔ اسی طرح اس سے ہمیں کیا فائدہ کہ دنیا ۲۰ لاکھ دفعہ بنی ہے۔ اور اس سے کیا نقصان کہ ایک ہی دفعہ بنی ہے۔ پھر اس سے کیا فائدہ کہ تمام دنیا کے لئے شروع سے لے کر اخیر تک ایک ہی کتاب نازل ہوئی ہے۔ یا اس سے کیا نقصان کہ نئی نئی آتی رہی ہیں۔ پھر اس سے ہمیں کیا فائدہ کہ خدا نے اپنا پہلا کلام کہا نازل کیا اور اس سے کیا نقصان کہ اس کا ہمیں علم ہی نہیں۔ ہماری تو غرض یہی ہے کہ خدا اہل جہنم کے حاصل کرنے کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر یہ غرض کسی مذہب کے ذریعہ پوری ہو جائے۔ تو پھر کسی اور چیز کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ وہی زندہ مذہب ہے۔ اور اسی کو ہمیں اختیار کرنا چاہئے۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

اسلام زندہ مذہب ہے

میں نے بتایا ہے کہ مذہب کی غرض یہ ہے کہ خدا سے ملائے۔ اس کا قرب حاصل کرائے۔ اس سے اتحاد کرے۔ اور بدیوں اور گناہوں سے بچائے جو ابسا کر دیتا ہے۔ اسی کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور یہ صرف اسلام ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ تمہاری بدیاں مٹائی جائیں گی اور نیکیوں میں ترقی دیا جائیگی۔ خدا سے ملا یا جائیگا۔ اور اس کے فضلوں کا وارث بنا دیا جائیگا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظتہ من ربکم وشفاء لہما فی الصمد وروہدی ورحمۃ للمؤمنین

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ایسی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے جس مذہب میں یہ پائی جاتیں۔ وہ زندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

کہ اے مومنوں۔ یہ تمہارے لئے ایسی تعلیم بھی گئی ہے جو تمہارے دلوں سے بدیوں کو مٹا دے گی اور اعلیٰ اخلاق پیدا کرے گی۔ اس کے بعد تمہیں خدا تک پہنچنے کا راستہ دکھلائیگی۔ اور جو اس رستہ پر چلیں گے۔ ان کو خدا کے فضلوں کا وارث بنا دیگی۔

پس جس مذہب میں یہ باتیں حاصل ہوں ہی زندہ مذہب ہو سکتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ اور اسی کو قبول کرنا چاہئے۔ اور وہ صرف اسلام ہے۔ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ وحی کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جس کے ذریعہ خدا اپنے بندوں کے ساتھ اپنی محبت اور پیار کا اظہار کرتا ہے۔ اور کرتا رہیگا۔ اور ایسے انسانوں کو اپنے فضلوں کا وارث بنا تا ہے۔ بلکہ بنا تا رہیگا۔ یہی فرض مذہب کی ہے۔ اور چونکہ اسلام اسے نہایت خوبی اور عمدگی کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ اس لئے اسی کو قبول کرنا چاہئے۔

کسی مذہب کے زندہ ہو کا ثبوت

نے پڑھی ہے یہ دعویٰ ہے کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا واقعہ میں ایسا ہوا بھی ہے کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے انسان بھلا اور پالیتا اور اس کا مغرب بن جاتا ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ میں ایسا ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ہر صدی اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا رہا ہے۔ مگر اسلام کے سوا دوسرے مذہب والے کہتے ہیں۔ کہ خدا پہلے تو بندوں سے کلام کیا کرتا تھا۔ مگر اب کسی سے نہیں کرتا۔ گویا خواہ کتنی ہی کوشش کرے۔ اب خدا کے اس کا تعلق اور اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خدا اس سے بولتا ہے۔ لیکن اگر کسی مذہب کی صداقت کا یہی ثبوت ہو کہ کسی زمانہ میں خدا سے اس کے پیروؤں سے کلام کیا تھا اور اب نہیں کرتا تو اس طرح تو ہر ایک مذہب والا کہہ سکتا ہے کہ ہمارا مذہب زندہ ہے۔ اور خدا کا ہم سے ہی تعلق ہے۔ لیکن تعلق کے لئے کوئی ایسی علامت ہونی چاہئے۔

جس کے دوسروں کو بھی یقین ہو سکے۔ مثلاً ایک شخص کسی کے دروازے پر جا کر دستک لے۔ اور اندر سے کوئی جواب نہ آئے۔ مگر وہ کہے کہ ماکہ مکان اندر بیٹھا مجھ سے بڑا خوش ہو رہا ہے تو اسے کہا جائیگا کہ اس کے خوش ہونے کی کوئی علامت تو بتلاؤ۔ اندر سے آواز نہ آنا تو خوش ہونیکا نشان نہیں ہے۔ بلکہ ناراضگی کا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خدا انسانے کو پکارتا ہے اور بڑے درد اور محبت کے ساتھ پکارتا ہے۔ لیکن وہ آگے سے کوئی جواب نہیں دیتا۔ تو اس سے یہ نہیں کہا جائیگا کہ خدا اس سے بڑا خوش ہے بلکہ یہی کہا جائیگا کہ یا تو ناراض ہے اور یا کوئی ہے ہی نہیں جو جواب دے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ موجود ہو اور خوش بھی ہو۔ لیکن جواب نہ دے۔ امریکہ میں ایک انگریز ہوا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی خدا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا مصائب اور آلام سے دکھ اور تکالیف سے تباہ اور برباد ہو رہی ہے۔ مگر وہ اس کے بچانے کے لئے آگے نہیں بڑھتا۔ ایک ماں باپ جب بچہ دیکھتے ہیں۔ کہ بچہ کو کوئی تکلیف ہے۔ تو وہ بہت تڑپ کر کے اس کی کوشش کرتی شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن خدا کو تو ماں باپ سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت اور اہمیت ہے۔ وہ کیوں ان کے بچانے کی کوئی صورت نہیں کرتا۔ اور ان کو ایسی تکلیف نہیں بتاتا جس سے وہ ہلاک نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کا انسانوں سے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے۔ اچھا اگر یہ مان لیا جائے کہ سارے انسان اس قابل نہیں کہ خدا ان سے تعلق رکھے۔ تو پھر ساری دنیا میں کوئی تو ایسا انسان ہونا چاہئے جس سے تعلق ہو۔ لیکن کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ کوئی خدا ہی نہیں ہے۔ یہ اس لئے کیوں کہنا۔ اس لئے کہ انسان کی فطرت گواہی دیتی ہے کہ خدا اس سے کلام کرے اور اسے دینا مقرب بنا سکے۔

انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہو جائیں۔ اور وہ بدیوں سے دور ہو جائے۔ تو اسے خدا تک لے جایا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن ہے۔ واللذین جاہدوا فینا لنمھدھنھم سبیلنا (۲۹-۶۹) کہ ہمارے راستہ میں جو کوئی کوشش اور سعی کرتا ہے۔ اس کو ہم ان راستوں پر چلاتے ہیں جن پر چل کر وہ ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اسلام اس بات کا دعویٰ ہے کہ اسی دنیا میں مومن کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ جن سے اسے اللہ کی محبت اور قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اسی کے حاصل کرنے کی انسان کو ضرورت ہے۔ اس لئے اسلام ہی اس قابل ہے کہ قبول کیا جائے میں ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہوں جو ابتداء اسلام کے وقت مسلمان نہیں ہوئی۔ بلکہ بعد میں آکر ہوئی ہے۔ اس لئے ہم نے اسلام اس لئے قبول نہیں کیا ہوا۔ کہ ہمارا آباؤ اجداد ہی نہیں۔ بلکہ ہماری غرض تو یہ ہے۔ کہ جس میں خدا مل جائے اسے قبول کیا جائے۔ ہم تو اس کے لئے تیار ہیں کہ اگر ثابت کر دیا جائے کہ کوئی ایسا مذہب ہے جس میں خدا ملتا ہے۔ تو اسی کو اختیار کریں۔ لیکن اسلام کے سوا اور کوئی ایسا دین نہیں ہے۔ جس میں یہ بات حاصل ہو سکے۔ یہ صرف اسلام ہی کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ چنانچہ اس کا زندہ ثبوت بھی پیش کرتا ہے۔ اس لئے یہی زندہ مذہب ہے۔

گذشتہ واقعات کو جانے دو کہ ہر ایک مذہب والا اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے واقعات سنانے کے لئے تیار ہے۔ اگر ہم کہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تباہ و برباد ہو گئے اور آپ کا سیلاب و بامداد بن گئے تو دوسرے کہیں گے کہ یہ کوئی بڑی بات ہے۔ ہمارے بزرگوں سے تو بڑی ہی دیتیں ایک ہاتھ سے اپنے سارے دشمنوں کو تباہ کر دیا تھا۔ یا اگر ہم کہیں کہ ایسے موقع پر جہاں ظاہری سامان بالکل نجانے تھے خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بہت بڑی کامیابی عطا کی تو وہ اس سے بڑھ کر سنا دیں گے۔ اس لئے اس قسم کی باتوں سے صداقت طور پر فیہند نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی مذہب زندہ مذہب ہے۔ اس لئے ہم یہ بتائیں گے کہ آج بھی اسلام میں وہ طاقت اور

ہمت ہے یا نہیں جو پہلے تھی۔ اور اگر یہ ثابت ہو گیا۔ تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہی زندہ مذہب ہے۔

اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت

پس میں اس وقت اسلام کے زندہ ہونے کا ثبوت پیش کر دینگا۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اسلام کی وحدت اور زندگی ظاہر کرنے کے لئے۔ ایک انسان کو بھیجا جس کے ہم مرید اور ملنے والے ہیں۔ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کر کے وہ درجہ حاصل کر دیا جو خدا تعالیٰ اپنے پیارے اور محبوب بندوں کو دیا کرتا ہے۔ اور انھوں نے خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کر لیا کہ خدا نے ان سے کلام کیا۔ اور ایسے صاف اور بین طور پر کلام کیا کہ کوئی عقلمند اور سمجھدار انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھئے کوئی بڑے سے بڑا فلسفی اور بڑے سے بڑا قیافہ شناس مت نہیں بنا سکتا کہ کل کیا ہوگا۔ لیکن ہمارے مرشد اور مقتدا حضرت مرزا صاحب ایسے گذرے ہیں۔ کہ جنہوں نے کئی سال پہلے بتا دیا کہ ایسا ہوگا۔ چنانچہ دیکھا ہی ہوا۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا پہلا نشان

اکثر لوگ جانتے ہیں کہ ایک زمانہ آپ پر ایسا گدڑا کہ آپ کے گائوں کے لوگ بھی آپ کو نہ جانتے تھے اور آپ کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ کیونکہ آپ ایک جھڑپ اکیلے رہتے تھے۔ پھر آپ سات سال سیالکوٹ میں بڑے ہیں۔ وہاں بھی چند ہی لوگ آپ کو جاننے والے تھے۔ کیونکہ آپ وہاں بھی اکیلے ہی رہتے تھے۔ اور بہت کم لوگوں سے تعلق رکھتے تھے۔ کبھی کسی سنجیدہ اور متین آریہ یا عیسائی سے نہ ہر کسی گفتگو کرنے کے لئے چلے جاتے تھے۔ اور کوئی پندرہ یا بیس کے قریب آدمی تھے۔ جو سیالکوٹ میں آپ کو جانتے تھے۔ آج کل لاہور کے جو پرنس ہیں ان کے والد لالہ مہم سین صاحب آپ کے ساتھ اکثر ملتے جلتے رہتے تھے۔ ان کی شہادت ہے کہ آپ بالکل علیحدہ اور تنہائی میں رہتے تھے۔ اور بحیثیت کاہنہ عالم تھا۔ کہ جس شکر پر متواتر چھ ماہ گذرے اس کو بھول جاتے۔ کیونکہ آپ

بچی نظر کر کے چلا کرتے تھے۔ ایسی گناہی کی حالت میں اپنے اعلان کیا تھا۔ اور خدا سے الٹا مہم پانچ گیا تھا۔ کہ یا تین من کل فح عمیق۔ وہ وقت آ گیا ہے جبکہ دنیا میں تیری شہرت کی جائے۔ اور تیرے نام کو روشن کیا جائے۔ اس وقت دور دور سے تمہارے پاس چیزیں آئیں گی۔ اور اتنی کثرت سے آئیں گی کہ رستے گھس جائیں گے۔ اور ان میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ پھر کہا گیا تھا۔ یا تین من کل فح عمیق۔ کہ دور دور سے تیرے پاس لوگ آئیں گے۔ اور ان کے آنے کی کثرت سے راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔

یہ کتنا بڑا دعویٰ ہے۔ کوئی انسان نہیں کہہ سکتا۔ کہ کل تک میں زندہ بھی رہوں گا۔ یا نہیں۔ چہ جائے۔ کہ وہ یہ کہے۔ کہ مجھے ایک بہت بڑی جماعت دیکھا ہے۔ اور اس فد کا سیانی ہوگی۔ کہ میرا نام ساری دنیا پر پھیل جائیگا مگر ایسا نہ ہوا۔ تو میں اسلام کو جھوٹا مذہب مان لوں گا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شری انسان پونہ بڑا مار دے۔ کہ میں من بوجھ اٹھا لوں گا۔ لیکن یہ کبھی نہیں کہیگا۔ کہ اگر میں نہ اٹھا سکوں تو میرا گھر بار ضبط کر لیا جائے۔ تو ایک ایسے دعوے کے متعلق کوئی انسان شرط نہیں لگا سکتا۔ جس کے صحیح اور درست ہونے میں اسے پورا پورا یقین نہ ہو۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے صرف ہی اعلان نہیں کیا کہ ایسا ہوگا۔ بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو مجھے جھوٹا اور کذاب سمجھا جائے۔ اور کچھ وقعت نہ رہی جاوے۔ اب یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کے پورا نہ ہونے پر ایک انسان اپنی عزت اور وقار کھونے کیلئے تیار ہے۔ لیکن اتنی جرأت سوائے اس کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ جسے اپنے دعوے پر پورا پورا یقین ہو۔ چنانچہ یہ دعویٰ پورا ہوا اور آپ کو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ دنیا کے دور دراز حصوں سے آپ کے ملنے کے لئے لوگ آئے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات سے ایک سال پہلے امریکہ سے تین آدمی آئے۔ ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ آپ مسیح ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ مسیح تو معجزے دکھاتا کرتا تھا۔ آپ کیا معجزہ دکھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے معجزے کو دیکھنے کے لئے کہیں دور جائے

کی ضرورت نہیں۔ تم خود ہی میرا معجزہ ہو۔ اس پر اس نے کہا۔ یہ کس طرح۔ آپ نے فرمایا دیکھئے اس وقت جبکہ قادیان سے چل کر بھی لوگ میرے پاس نہ آتے تھے۔ اس وقت میں نے اعلان کیا تھا۔ کہ میرا نام دنیا میں مشہور کیا جاوے گا۔ اور دور دور سے لوگ مجھے ملنے کے لئے آئیں گے۔ اب بتائیے آپ نے میرا نام امریکہ میں سنایا نہیں۔ اور میرے ملنے کے لئے آئے یا نہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی زندگی کے ثبوت میں حضرت مرزا صاحب کو پیش کیا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو ان قوانین اور احکام پر چلنے کی وجہ سے جو اسلام نے بتائے ہیں۔ خدا نے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اتنی عزت دینگا کہ تیرا نام ساری دنیا میں پھیل جائیگا اور لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ چنانچہ اس وعدہ کے بعد میں ہی سال میں خدا تعالیٰ نے آپ کے ایسی شہرت دی کہ دور دراز ممالک سے لوگ آپ کا پتہ صرف یہ لکھتے کہ "انڈیا مرزا غلام احمد" تو آپ کو خط پہنچ جاتے پھر دنیا کے چاروں کونوں سے لوگ آپ کے ملنے کے لئے آئے۔ اور وہی لوگ جو انسانوں کو قتل کر دینا بہت معمولی بات سمجھتے تھے آپ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت میں داخل ہو کر باخدا انسان بن گئے۔ ہمارے ایک وہابی دوست سناتے تھے کہ میں ایک دفعہ سرحد کی طرف گیا تو ایک پٹھان کھینٹی کرتا ہوا ملا۔ میں نے اسے السلام علیکم کہا۔ اس نے جواب تو کوئی نہ دیا مگر کام چھوڑ کر ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے نے مجھے بتایا کہ یہاں سے جلدی چلے جاؤ۔ وہ تمہارے مارنے کے لئے بندوبست کیے گیا ہے۔ تو یہ ان لوگوں کی حالت تھی۔ اکثر تو دین سے ایسے ناواقف ہیں کہ کل تک نہیں پڑھ سکتے۔ مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک ہندو کو کسی پٹھان نے پکڑ لیا۔ اور کہا مسلمان ہو جا۔ ورنہ جان سے مار ڈالوں گا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا۔ لیکن جب دیکھا کہ جان کی خیر نہیں تو کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے کلمہ پڑھاؤ۔ اس نے کہا تم خود ہی پڑھو۔ ہندو نے کہا مجھے تو نہیں آتا۔ اس پر پٹھان نے یہ کہہ کر کہ تمہارا قسمت ہی خراب ہے کلمہ مجھے بھی نہیں آتا۔ چھوڑ دیا۔ از روہ چلا گیا۔ تو اس وقت

کے لوگ اس قسم کے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے انہیں کو قبول فرماتے اور انہیں جھگڑے۔ شرارت اور فتنہ میں گئے رہتے تھے۔ لاکر حضرت مرزا صاحب کے آگے ڈال یا اور صرف ڈال ہی نہیں دیا۔ بلکہ ان کی بہت بڑی اصلاح بھی ہو گئی۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کوئی اس قسم کے پیر نہ تھے۔ جیسے کہ آجکل کے مسلمانوں کے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہماری بیعت کر کے ہمارا اندر نہ ادا کر دو۔ تو پھر چھوٹا جی چاہے کرتے پھرو۔ سب کچھ تمہیں عاف ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی نور الدین صاحب جو حضرت مرزا صاحب کے پہلے خلیفہ تھے۔ ان کے ہاں ان کی بہن آئی۔ تو انہوں نے کہا کہ تم اپنی پیر سے جا کر پوچھا کہ تمہاری بیعت کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ جب اس نے واپس جا کر مرزا صاحب سے یہ سوال کیا تو پہلے تو انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے نور الدین نے تمہیں یہ سوال سکھایا ہے۔ اس نے اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر بتا دیتا ہوں۔ ہماری بیعت کر لینے کا فائدہ ہے۔ کہ بیعت کے بعد جو تمہاری مرضی ہو وہ کرو۔ قیامت کے دن ہم جب کہیں گے کہ یہ ہمارے مرید ہیں تو پھر تمہیں کوئی نہیں پوچھیں گے اور تم سیدھی جنت میں چلی جاؤ گی۔

اس قسم کی بیعتیں ہیں جو مسلمانوں کے پیر کرتے ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب کی بیعت ایسی نہ تھی۔ اس میں شرط تھی کہ ہر قسم کی بدکاری۔ شرارت۔ حسد۔ کینہ۔ بغض۔ چوری وغیرہ اعمال پر سے بچنا ہو گا۔ قرآن کریم کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو نہیں توڑنا ہو گا۔ قتل و غارت۔ لوٹ مار وغیرہ برائیوں کو چھوڑنا ہو گا۔ خدا کی عبادت سچے دل اور کامل زبان و داری سے کرنی ہو گی۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ بہت اور الفت پیش کرنا ہو گا۔ غریبوں۔ مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کرنی ہو گی۔ اپنی زبان یا ہاتھ سے خدا کی کسی مخلوق کو تکلیف نہیں پہنچانی ہو گی۔ ہر شے سے فعل سے بچنے اور اچھے عمل کے کرنے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ یہ وہ شرائط ہیں جو حضرت مرزا صاحب اپنے ہاتھ پر بیعت کرتے والے سے پوری کرتے تھے۔ لیکن ہاں جو ان کے موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اس قدر مشکل اور کٹھن ہوئے کہ جب ان لوگوں نے جنہیں وحشی اور جاہل سمجھا جاتا تھا آپ کی بیعت کی تو انسان بن گئے۔ خود قرآن کریم پڑھا اور دوسروں کو پڑھا یا۔ خود علم دین سکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ کیا یہ حضرت

مرزا صاحب کی صداقت کا کوئی عمومی نشان ہے۔ پھر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ کھینچ کھینچ کر آپ کے پاس لائے گئے۔ اور اس کثرت کے ساتھ لائے گئے۔ کہ جن راستوں پر سے آتے۔ وہ گھس گئے۔ آپ سے جو لوگ قادیان گئے ہیں۔ انہوں نے دیکھا ہو گا کہ بٹالہ سے قادیان تک کی رٹک پر لوگوں کی کثرت آمد و رفت کی وجہ سے کتنے کتنے بڑے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہر سال ہزاروں روپوں کی مٹی گورنمنٹ ڈپو آتی ہے۔ تو یہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ جو آپ نے اس وقت کی تھی۔ جبکہ آپ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ پس اس پیشگوئی نے پورا ہو کر ثابت کر دیا۔ کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا دوسرا نشان

کا ایک اور نشان دیکھئے۔ طاعون جس نے ہندوستان کے علاقوں کے علاقے تباہ و برباد کر دیے ہیں۔ اس کے ہندوستان میں آنے سے پندرہ سال پہلے حضرت مرزا صاحب نے جزوی تھی۔ پھر تین سال پہلے بہت کھول کر بتا دیا تھا کہ اپنی اصلاح کر لو۔ ورنہ اس کو تباہ ہو جاوے گا۔

پھر جب سبھی میں پہلے پہل پھوٹی۔ تو آپ نے بتایا۔ کہ اب بھی موقع ہے۔ کہ اصلاح کر لو۔ ورنہ تمام ملک میں پھیل جائیگی۔ پھر جب جانندہ میں نمودار ہوئی۔ تب آپ نے اس کو محفوظ رکھنے کی ترکیب بتائی۔ لیکن۔ لوگوں نے توجہ نہ کی۔ جس کا نتیجہ جو کچھ ہوا۔ وہ ظاہر ہی ہے۔ اس کے ایسے ایسے خطرناک حملے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ کہ علاقوں کے علاقے برباد و تباہ ہو گئے ہیں۔ اور بیس سال کے قریب اس کو آئے ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر ابھی تک جلنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ بھی ایک بہت بڑی ثبوت ہے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا۔ اور جب آپ کی صداقت ثابت ہو گئی تو ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ جس پر چل کر اپنے پروردگار حاصل کیا۔

تیسرا نشان

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا تیسرا نشان

نقصان ہوا ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں گری ہیں۔ اور بیس ہزار انسان۔ صرف ہندوستان میں ہی ہلاک ہو چکے ہیں اس کے آنے کی خبر بھی حضرت مرزا صاحب نے پیشتر سے دی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق انشکو پٹیڈیا آف برٹینیکا میں لکھا ہے کہ آج تک اس سے زیادہ سخت زلزلہ کبھی نہیں آیا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے کہا تھا۔ کہ میں نے دنیا کو اسلام کے زندہ مذہب سے نیک ثابت دیکھا ہے۔ اگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا تو اس کی مرادیں ایسے زلزلہ آئیں گے۔ کہ جن کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملیگی۔ دیکھئے کتنا بڑا وعوئے ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی کمدے کہ زلزلہ آئیں گے۔ کیونکہ آتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا۔ بلکہ ساتھ یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ ایسے خطرناک اور اس کثرت سے آئیں گے کہ دنیا میں ان کی مثال نہیں پائی جائیگی۔ چنانچہ انشکو پٹیڈیا آف برٹینیکا کے سال ۱۹۱۲ء کے اپڈیشن میں تمام ان زلزلوں کی فہرست دی گئی ہے۔ جو ۱۹۱۲ء تک آئے۔ جس سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ۱۹۱۲ء سے لیکر ۱۹۰۰ء تک جتنے زلزلے ساری دنیا میں آئے ہیں۔ ان میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد حضرت مرزا صاحب کی اس پیشگوئی سے لیکر ۱۹۱۲ء تک کے زلزلوں سے مرہونوں کی نسبت بہت تھوڑی بنتی ہے۔ اور اس بارہ سال کے عرصہ میں پہلے تین سو سال کی مدت کی نسبت زلزلوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ اور ان میں ہلاک ہونے والے زیادہ ہیں۔ اب جو شخص ذرا بھی غور و فکر سے کام لے اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی کوئی دکھلاوہ نہ تھی۔ اور نہ کسی انسان کی طاقت ہے کہ ایسی بات بتا سکے یہ بعض خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ اور اسلام کے زندہ مذہب ہو نیک ثابت قرار پایا۔ کیونکہ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے۔ اور خدا ان کے کلام کرتا ہے۔ پس یہی مذہب اس قابل ہے کہ انسان قبول کرے۔

قابل قبول مذہب

دیکھئے کوئی انسان یہ پند نہیں کرتا کہ اپنے باغ میں کوئی ایسا پودا ہے۔ جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ یا جو کڑوا و کھٹلا لادے۔ اسی طرح کسی عقلمند انسان کو وہ مذہب قبول

منہیں کرنا چاہئے جس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ یا جس کا نتیجہ تلخ نکلتا ہو۔ بلکہ اسی کو اختیار کرے جس کا کوئی فائدہ ہو۔ اور ایسا مذہب اس وقت سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان مذاہب میں سے پہلے ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو خدا کے بنی اور پیارے تھے۔ مثلاً آرام کرشن وغیرہ اور عیسائیت میں بھی ہوتے ہیں۔ مگر اب سوائے اسلام کے اور کسی میں یہ بات باقی نہیں ہے۔ کہ خدا کے تعلق کر سکے۔ دیگر مذاہب کی بنیاد و قیاس کما نیوں پر ہے۔ لیکن اسلام اپنی صداقت کے ثبوت میں گزشتہ روایات کو ہی پیش نہیں کرتا بلکہ مشاہدات پیش کرتا ہے۔ اس لئے ہی قابل قبول ہے۔ دیکھئے کوئی فقیر اس گھر پر کچھ مانگنے کے لئے نہیں جائیگا۔ جہاں کسی زمانہ میں کوڑوں کو روڑ روپے ملتے ہوں۔ مگر اب کچھ نہ حاصل ہوتا ہو لیکن اس کی بجائے اس گھر پر چلا جائیگا۔ جہاں اسے آج ایک پیسے کی امید ہو۔ پس وہ مذہب جو کسی زمانہ میں دیتے تھے۔ خواہ کسی قدر ہی دیتے تھے۔ لیکن اب نہیں دیتے۔ ان کا تو نام ہی نہیں دینا چاہئے۔ کیونکہ ہمیں تو ایک مذہب کی ضرورت ہے جو آج دے۔ اور ہمارے موجودہ درو کی دعا کرے۔ ایک شاعر کہتا ہے

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دل کی دوا کرے کوئی

پس ہمیں تو اس وقت ضرورت ہے۔ ورنہ یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دوسرے مذاہب بھی کسی وقت زندہ تھے ان میں بھی خدا کے پیارے اور محبوب لوگ ہوتے۔ ان پر چلنے والے بھی خدا سے کلام کرتے تھے۔ اور ان میں بھی بنی اور رسول بھیجے گئے۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے ان من امة الا خلا فیہا نذیر۔ کہ کوئی امت ایسی نہیں گذری۔ جس میں ہم نے نذیر نہ بھیجا ہو۔ پس عیسوی موسوی زرتشتی وغیرہ سب مذاہب زندہ تھے۔ مگر اپنے اپنے وقت میں جب ان کا وقت گزر گیا۔ تو مردہ ہو گئے اور آج کسی مردہ مذہب کی ضرورت نہیں۔ بلکہ زندہ کی

اور وہ اسلام ہی ہے۔

حکمت حضرت مرزا صاحب کا چوتھا نشان

پھر حضرت مرزا صاحب کی اور کئی ایک پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہوئیں۔ جب بنگالہ کی تقسیم ہوئی اور اس پر بڑا شور مچا۔ میموریل بھیجے گئے سٹرائٹنگس ہوئیں۔ منار ہوئے۔ مگر گورنمنٹ نے ایک نہ مانی۔ اور صاف جواب دے دیا کہ اس حکم کو بولا نہیں جاسکتا۔ ایسے وقت میں جبکہ بنگالیوں کو یہ جواب مل چکا تھا۔ اور وہ بابوس ہو چکے تھے۔ تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی پیشگوئی شائع کی کہ

پہلے بنگالہ کی منبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی کی ہوگی۔ جب یہ پیشگوئی شائع ہوئی تو اور تو اور بنگالی اخباروں نے بھی اس پر ہنسی اڑائی۔ اور کہا کہ ہمیں تو صاف جواب مل گیا ہے۔ مگر یہ کہتے ہیں۔ کہ دلجوئی ہوگی۔ اس کے علاوہ پنجاب کے اخباروں نے ہنسی اڑائی۔ اور کہا کہ مرزا صاحب پہلے تو صرف ثبوت کا دعویٰ کرتے تھے اب سیاست وال بھی بننے لگے ہیں۔ مگر لوگوں کی یہ ہنسی اور مخالفت ثبوت تھا اس بات کا کہ کسی انسان کے دہم و قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ کہ ایسا ہوگا۔ اور ہمارے کے نزدیک اس حکم کا بدلنا بالکل ناممکن تھا۔ لیکن ہمارے کمزور بادشاہ سلامت ولایت سے چل کر یہاں ہندوستان میں آئے اور ان کے ہاتھوں یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اپنی افغانا میں پوری ہوئی۔ یعنی نہ تو بنگالیوں کی خود کشی کو ان کی مرضی کے مطابق بولا گیا۔ اور نہ ہی انھیں بابوس رکھا گیا۔ بلکہ دلجوئی کر دی گئی۔ اور وہ اس طرح کہ مشرقی بنگال کو تو سیاقہ ملا دیا گیا۔ مگر صوبہ بہار کو جدا کر لیا گیا۔ تو یہ ثبوت تھا اس بات کا کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور اس پر چلنے والوں کو خدا قبل از وقت جنم دیتا ہے۔ اور ان کے کلام کرتا ہے۔ اور اپنی زندگی کے ثبوت اب بھی پیش کرتا ہے۔

زندہ مذہب کا ایک اور ثبوت

کسی مذہب کے زندہ ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ اس پر جانے والوں کو خدا کی نصرت اور تائید

حاصل ہو۔ دیکھئے جس کو کسی سے محبت ہو۔ یا جس چیز سے پیار ہو۔ اس کی مدد کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی خاطر جان تک دے دیتا ہے۔ یہ کوا کوئی ارے۔ تو ان باپ کو بہت سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ یہی حال اور تعلقات کا ہو۔ اور جس قدر انسان کو کسی کو زیادہ تعلق ہو اس قدر زیادہ وہ اس کی مدد و تائید کی زیادہ کوشش کرتا ہو۔ تو محبت۔ پیار اور تعلق کی کچھ مثالیں ہوتی ہیں جن سے وہ سروں کو اس کا پتہ لگتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا لفضلہم رسولنا الذین اذعنوا فی الحیوة الدنیاء کہ جن کو ہم سے تعلق اور محبت ہوتی ہے۔ ان کی ہم اسی دنیا میں مدد و تائید کرتے ہیں۔ اس کے تعلق و دوستی سے ہم صحت قصبے اور کمائیاں پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ نفاق کے ساتھ خدا کی محبت تھی اور اس کی ہم نے اس طرح مدد کی تھی۔ اس کے دشمنوں کو ہلاک۔ اور تباہ کیا۔ اور اسے کامیابی عطا کی تھی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں تمہارے پاس خدا کی محبت کا کیا ثبوت ہے اس کا جواب کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ اور صرف قصبے پیش کرنا ہے۔ مگر ہم تصدیق کر لیں۔ اس وقت جو مذہب ایک بھی ایسا آدمی نہیں پیدا کر سکتا جس کی خدا مدد کرنا ہو۔ اور جس کے اپنی محبت کا ثبوت دیتا ہو۔ تو اس مذہب کا کیا فائدہ۔ اور اس کے زندہ ہونے کا کیا ثبوت۔ مگر اسلام ہر زمانہ میں ایسے انسان پیدا کرتا رہا ہے۔ اور اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کو پیدا کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کی تائید و نصرت کر کے تیار کیا کہ خدا کا ان سے تعلق تھا۔ کوئی کہے کہ وہ تو فوت ہو گئے ہیں۔ انہیں کا کیا ثبوت ہو اس کا جواب یہ ہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اپنی رسولوں اور نبیوں کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے ماننے والے ہوتے ہیں ان کی بھی کہتے ہیں اس لئے اب ان کی جماعت موجود ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنی محبت اور پیار کا ثبوت دے رہا ہے۔ اور اپنی مدد و نصرت سے انہیں ہر میدان میں کامیاب کرتا رہا۔ اس کے مخالفین کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے لئے خدا نے ایسا ایسے نشانات دکھائے۔ کہ جن کو دیکھ کر اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ جب آپ نے دعویٰ کیا تو ساری دنیا سنبھل کر آپ کی مخالفت میں نہ بھاگا

کتاب کے مخالفین پر کوشش احمد سی میں ناکام
نہ ہوئی۔ اور آپ کے ساتھ حضرت اور تائید ہی
یہ جوت تھا اس بات کا کہ خدا کے پیارے اور محبوب
بندوں کو خدا کے نصرت آتی ہے۔

دوستی اور محبت اس کو کہتے ہیں۔ کہ دونوں میں ایسا
شوق ہو کہ ایک دوسرے کی بات مانگی۔ میں زندہ نہ رہتا
کا یہ لگا ایک فوت ہے۔ کہ اس فریب میں ایسے لوگ
مردم پر امن کی باتیں خدا تعالیٰ مانے۔ اور ایسے حالات
میں لے جبکہ ظاہری اسباب بالکل مخالفت ہوں۔ اور یہ

اس لئے کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہوں۔ اور یہ بات
اسلام کے پیروان کو نصیب ہے۔ میرا مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ
دوسرے مذاہب کے پیروان کی دعائیں نہیں سنتا۔ خدا تعالیٰ
تنگ دل نہیں کہ وہ سوائے ایک قوم کے۔ باقی سب کی
دعاؤں کو رد کر دے۔ اسلام خدا تعالیٰ کے متعلق بہت

رحمت کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ
فرماتا ہے۔ واذا اسألت عبادی عنی خانی
فریب اجیب دعوتہ الذا اذا دعان۔
(۲-۱۸۷) کہ جب میرے بندے میرے متعلق ملنا

کریں۔ تو ان کو کہہ دو۔ کہ میں فریب ہی ہوں۔ اور پکارنے
و اس کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ یہ پکارنے والے کے
اظہار بتا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ صرف مسلمانوں ہی
کی دعائیں نہیں سنتا۔ بلکہ خدایہ کوئی بندہ ہو یا ایسا
نہ ہو۔ یا آریہ۔ کوئی ہو۔ جب وہ خدا کے حضور گرگوار

اور اپنی حالت ناراضگی کو کہہ دے تو خدا اس کی سنتا
ہو قبول کرتا ہے۔ پس یہاں دعا کے قبول ہونے کے متعلق
بیان کرنے سے میرا مطلب نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں
کے سوا۔ اور کسی انسان کی دعا سنتا ہی نہیں۔ بلکہ یہ مزاج
کہ خدا تعالیٰ ایک بچے کے مسلمان کی دعائیں دوسرے لوگوں

بالنسبت بہت زیادہ سنتا ہے۔ جس طرح کہ ایک سخی
انسان کو اپنی سخاوت سے سب کو نفع پہنچاتا ہے۔ مگر
اس کے دوست اس سے بہت زیادہ نازہ اٹھاتے ہیں
علاوہ ازیں یہ فرق بھی ہے کہ جہاں ایک مسلمان اور غیر مسلمان
میں مقابلہ ہو۔ وہاں وہ مسلمان ہی کی جیتے گا۔ اور اس کے مقابلہ میں
اگر ساری دنیا بھی کھڑی ہو جائے۔ تو کبھی ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ساری دنیا کو چیلنج کیا
مگر آج تک اسے قبول کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی۔ اپنے
کماندگار میں اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کھڑا ہوا
اس لئے دوسرے مذاہب والے جن کو اپنا اپنا مذہب سچا

ہونے کا دعویٰ ہے ان میں اور کچھ سے مقابلہ کریں۔ اور وہ اس
طرح کہ کچھ ایسے مریضی سے جائیں۔ جن کی بیماری نہایت خطرناک
ہو۔ اور ان کو قرضہ کے ذریعہ تھم کر دیا جائے۔ اس کے بعد ان
کی محنت کے لئے دعا کی جائے۔ اور پھر دیکھا جائے کہ کس کی
دعا خدا قبول کرتا ہے۔ اور کس کی رو۔ یعنی کس کی دعا سے زیادہ

مریضی اچھے ہوتے ہیں اور کس کی سے نہیں۔ اگر سبھی دعا سے
زیادہ مریضی اچھے ہونگے۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام ہی زندہ
ہے۔ کیونکہ میں اسی پر چلتا ہوں۔ اور اگر اس کے مقابلہ پر کسی
دوسرے مذاہب کے پیروں کی دعا سے زیادہ اچھے ہونگے تو وہی زندہ
مذہب ثابت ہو جائے گا۔

لیکن جب تک اس مقابلہ کے لئے کوئی نہیں آیا۔ یعنی کوئی
کو حضرت مرزا صاحب نے بار بار اور کئی طریق سے اس طرف
بلا یا اور کہہ کھاری کتاب میں تو دکھایا ہے کہ اگر تم میں راقی
کے برابر بھی ایمان ہوگا اور تم دولت کو کہو گے کہ میں تو چل
پڑے گا۔ پھر تم کہیں میرے مقابلہ پر نہیں آتے۔ مگر وہ نہ آئے۔

جس وقت حضرت مرزا صاحب نے یہاں تینوں کو بار بار مقابلہ
پر بلایا تو اس وقت پانچ میں ایک ہمنون نکلا تھا کہ ہمارے
بادی صاحبان جو اتنی بڑی بڑی تھوڑا ہی بیٹے ہیں۔ وہ
آج کیوں مقابلہ کے لئے نہیں نکلتے۔ تاکہ عیسائیت کی صداقت
ثابت ہو۔ مگر ہم ہی کوئی نہ نکلا۔

اب آپ لوگ یہ دیکھیں کہ حضرت مرزا صاحب تو
وفات پا چکے ہیں۔ اب کس طرح مقابلہ ہو سکتا ہے
کیونکہ آپ کا سلسلہ سٹ نہیں گیا۔ اب بھی آپ کی جماعت
موجود ہے۔ اور ہرگز اس مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہوئے۔
خدا تعالیٰ آج ہی اسلام کی صداقت ظاہر کرنے اور اپنے پیارے بندوں کی
اپنی نشانات سے تائید کرنے کے لئے اسی طرح موجود ہے۔ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قمری اور مہری نشانوں کو تائید کرنے
کے لئے موجود تھا۔ اور پھر صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد آپ کے صحابہ کے وقت تائید کرتا رہا۔ اسی طرح حضرت مسیح
موعود۔ اور آپ کے بعد ہمارے وقت میں بھی تائید کرے گا۔ اس لئے

میں حضرت مسیح موعود کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں۔ اور اگر کوئی شخص
ایسا ہو جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنی ذمہ داری سنبھالنے کا یقین ہو۔ تو
اسے مارا کر ہم سے مقابلہ کرنے۔ پھر خبر دے کہ وہ ثابت ہو گیا ہو کہ
اسلام ہی زندہ مذہب ہے۔ اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں

نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے
اور یہ حال میں قبول کرتا ہے۔ جبکہ ظاہری مسلمان بالکل مخالفت
ہوتے ہیں۔ اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بہت بڑی علامت
ہے۔ اگر کسی کو شک شک شبہ ہو تو اسے امداد مانگے۔ ہاتھ لگائیں کہ

آری کہہ۔ اگر کوئی ایسا لوگ ہے جسے یقین ہے کہ ہمارا مذہب زندہ ہے۔ تو
آئیں ان کے ساتھ جو خدا کا تعلق اور محبت ہے۔ اس کا ثبوت دین
اگر خدا کو ان کی محبت ہوگی۔ تو وہ مقابلہ میں ضرور ان کی مدد اور تائید
کرے گا۔ ایک کمزور اور ناتوان انسان اپنی پیاریوں کو دکھ اور تکلیف

میں دیکھ کر جس قدر اس کی طاقت اور محبت ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے تو کیا
میں نے اپنے خدا کو ایک کمزور انسان سے بھی کمزور سمجھ کر کہا ہے۔
جو ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اگر نہیں تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں کہ مقابلہ
پس آئیں۔ اور دیکھیں کہ خدا کس کی مدد کرتا ہے۔ اور کس کی دعا سنتا

آپ لوگوں کو چاہئے۔ کہ اپنی طرف سے لوگوں کو اس مقابلہ کے لئے مدد کریں
لیکن اس کے لئے یقین ہو کہ ہر ایک کھڑا ہو کر کہے کہ میں مقابلہ کرتا
ہوں۔ بلکہ ان کو مقابلہ پر آنا چاہئے۔ جو کسی مذہب یا فرقے کے
تائید مقام ہوں۔ اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کی دعا
قبول کرتا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمارے ہی دعا قبول کرے گا

انہوں کو کہ مخالفت مذہب کے لئے لوگوں سے مقابلہ میں لے کر رہتے ہیں
اور حق ثابت ہونے میں اور کچھ جانا اگر اس مقابلہ کے لئے مخالفت نہ کرے
کے لوگ کھینچیں تو کوئی شکتی نہیں ہے۔ کیونکہ مقابلہ کرنے کی فوج حرات
ہی نہیں ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام سچا اور درستی رکھتا ہے۔ کہ ہر
مذہب کے لئے اس کے فیصلے پر آسان لینی ہے۔ کہ شاہدہ کر لیا جا کر

کو نشانہ سب سچا ہو اور شبہ بہہ ہو سکتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ اس کا فائدہ
ہٹایا جائے۔ لیکن اس میدان میں صرف اسلام ہی کھڑا رہے گا۔ اور ہم
اسی ثبوت دیتے ہیں کہ آج بھی تیار ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
اسلام ہی کی تائید کرے گا۔
اب میں نے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو حق کے
دل میں حق کی طرف سے۔ اور جو منہ دھت پر قائم نہیں ہیں خدا تعالیٰ
ان کو بہت سی توفیق دے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر خود کے حضور حاضر
ہونا ہے۔ اس لئے اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی رو

میں حضرت مسیح موعود کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہو جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنی ذمہ داری سنبھالنے کا یقین ہو۔ تو اسے مارا کر ہم سے مقابلہ کرنے۔ پھر خبر دے کہ وہ ثابت ہو گیا ہو کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے۔ اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے اور یہ حال میں قبول کرتا ہے۔ جبکہ ظاہری مسلمان بالکل مخالفت ہوتے ہیں۔ اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اگر کسی کو شک شک شبہ ہو تو اسے امداد مانگے۔ ہاتھ لگائیں کہ آری کہہ۔ اگر کوئی ایسا لوگ ہے جسے یقین ہے کہ ہمارا مذہب زندہ ہے۔ تو آئیں ان کے ساتھ جو خدا کا تعلق اور محبت ہے۔ اس کا ثبوت دین اگر خدا کو ان کی محبت ہوگی۔ تو وہ مقابلہ میں ضرور ان کی مدد اور تائید کرے گا۔ ایک کمزور اور ناتوان انسان اپنی پیاریوں کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر جس قدر اس کی طاقت اور محبت ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے تو کیا میں نے اپنے خدا کو ایک کمزور انسان سے بھی کمزور سمجھ کر کہا ہے۔ جو ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اگر نہیں تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں کہ مقابلہ پس آئیں۔ اور دیکھیں کہ خدا کس کی مدد کرتا ہے۔ اور کس کی دعا سنتا آپ لوگوں کو چاہئے۔ کہ اپنی طرف سے لوگوں کو اس مقابلہ کے لئے مدد کریں لیکن اس کے لئے یقین ہو کہ ہر ایک کھڑا ہو کر کہے کہ میں مقابلہ کرتا ہوں۔ بلکہ ان کو مقابلہ پر آنا چاہئے۔ جو کسی مذہب یا فرقے کے تائید مقام ہوں۔ اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمارے ہی دعا قبول کرے گا انہوں کو کہ مخالفت مذہب کے لئے لوگوں سے مقابلہ میں لے کر رہتے ہیں اور حق ثابت ہونے میں اور کچھ جانا اگر اس مقابلہ کے لئے مخالفت نہ کرے کے لوگ کھینچیں تو کوئی شکتی نہیں ہے۔ کیونکہ مقابلہ کرنے کی فوج حرات ہی نہیں ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام سچا اور درستی رکھتا ہے۔ کہ ہر مذہب کے لئے اس کے فیصلے پر آسان لینی ہے۔ کہ شاہدہ کر لیا جا کر کو نشانہ سب سچا ہو اور شبہ بہہ ہو سکتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ اس کا فائدہ ہٹایا جائے۔ لیکن اس میدان میں صرف اسلام ہی کھڑا رہے گا۔ اور ہم اسی ثبوت دیتے ہیں کہ آج بھی تیار ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسلام ہی کی تائید کرے گا۔ اب میں نے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو حق کے دل میں حق کی طرف سے۔ اور جو منہ دھت پر قائم نہیں ہیں خدا تعالیٰ ان کو بہت سی توفیق دے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر خود کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس لئے اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی رو